© rasailojaraid.com

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا تحقیقی جائزہ

عبد الباسط قاسمی بنگلور

مقالہ کا تعارف:

[امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ انہیں کے مسلک کے پیروکار اور ماننے والے موجود ہیں، جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، امام صاحب کے حالات زندگی پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور ہر پہلو و گوشے پر لکھی گئیں، جن میں کچھ بہت ہی ضخیم ہیں اور کچھ مختصر، ان میں سے اکثر کتابیں علمی مباحث پر مشتمل ہیں جن سے علماء اور پڑھا لکھا طبقہ ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے، عام آدمی اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے اس کو پڑھنا اور سمجھنا ممکن نہیں ہے، اس لئے ایک ایسا کچھ لکھنے کی ضرورت تھی جو عام لوگوں کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہو، جس میں امام صاحبؒ کی مکمل سوانح آسان اور سلیس زبان میں ہو، اس کے علاوہ فقہ حنفی کی خصوصیات، ترجیحات اور دلائل موجود ہوں تا کہ اس مقالہ کے پڑھنے والے کو اگر ایک طرف امام صاحبؒ کے حالات زندگی سے واقفیت اور آگاہی ہو تو دوسری طرف فقہ حنفی کی خصوصیات اور ترجیحات کا بھی علم ہو، زیر نظر مقالہ انہی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے جس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، یہ مقالہ اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہے اس کا اندازہ اس کو پڑھنے کے بعد ہی ہوگا۔]

تقریباً تیرہ سو برس سے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے مسلمان امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اجتہادی مسائل سے استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ دنیا کا غالب حصہ آپ کے مسائل کا پیرو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی، فارسی، ترکی بلکہ یورپ کی زبانوں میں بھی آپؒ کی نہایت کثرت سے سوانح عمریاں لکھی گئیں۔ افسوس کہ ان میں سے اکثر کتابیں ہمارے ملک میں ناپید ہیں اور آپ کی سیرت پر اردو زبان میں معیاری کتب کی بے حد کمی ہے۔

بعض معتقدین نے جوشِ اعتقاد میں امام صاحبؒ کی ایسی تصویر کھینچی ہے جس سے ان کی اصلی صورت پہچانی نہیں جاتی مثلاً تیس برس تک متصل روزے رکھنا، تورات میں آپ کی بشارت کا موجود ہونا، چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنا وغیرہ وغیرہ" بالکل اسی طرح کچھ حاسدین نے تقلید کی مخالفت اور بغض و عداوت میں آپ کی بلند بالا شخصیت کو مجروح اور داغدار بنانے کی کوشش بھی کی ہے، کچھ لوگوں نے تو (معاذ اللہ) آپؒ پر ملحد، گمراہ اور مخالفِ سنتِ نبوی ﷺ کا الزام تک لگایا ہے۔ اس مدح سرائی اور الزام بازی کا سلسلہ آپؒ کے دور سے لے کر آج تک جاری ہے۔

لہذا اقراء ویلفیئر ٹرسٹ نے یہ ضرورت محسوس کی کہ ایک ایسی تحریر زیرِ طبع لائی جائے جو آپؒ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہو نیز افراط و تفریط سے بالاتر ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"تذکرۃ النعمان" جو در اصل علامہ شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی متوفی ۹۴۲ھ کی تصنیف "عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمانؒ" کا اردو ترجمہ ہے جسے حضرت مولانا عبد اللہ بن عبد الوہاب بستوی مہاجر مدنیؒ نے کیا ہے، اپنے موضوع پر نہایت ہی معرکۃ الآرا اور استنادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح علامہ شبلی نعمانیؒ کی تالیف "سیرۃ النعمان" امام اعظمؒ کے سوانح حیات، انکے فقہ کی خصوصیات اور شاگردوں کے حالات پر ایک جامع اور بصیرت افروز کتاب ہے۔

زیرِ نظر مضمون کا ماخذ انہی کتابوں کو بنایا گیا جس میں امام اعظمؒ کی قوتِ ایجاد، جدتِ طبع، دقتِ نظر، وسعتِ معلومات، حیات و خدمات، شانِ اجتہاد اور ان کے ذریعہ سے مسلمانوں میں جو تفقہ فی الدین کا شعور بیدار ہوا اس کا مختصر خاکہ، حتی الوسع غیر مستند واقعات اور اختلافی روایات و مسائل سے گریز کرتے ہوئے مثبت انداز میں آپ کے شیوخِ حدیث، تلامذہ، تدوینِ فقہ کا پس منظر، فقہ حنفی کی ترجیحات، تلامذہ، تصنیفات، آپ کی امتیازی خصوصیات، حیرت انگیز واقعات، دلپذیر باتیں اور آپ کی زندگی کے آخری احوال مثلاً عہدۂ قضا کی پیش کش، ایک سازش اور قید خانہ میں دردناک موت وغیرہ وغیرہ کو ایک خاص اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ غرض یہ کتاب امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تمام احوال و کمالات کا ایک مختصر علمی آئینہ ہے جو امام صاحبؒ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

نعمان، ابو حنیفہ، امام اعظم

نعمان نام، ابو حنیفہ کنیت اور امام اعظم آپ کا لقب ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے شجرۂ نسب کے سلسلہ میں امام صاحبؒ کے پوتے اسماعیل کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ "میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم لوگ نسل فارس سے ہیں اور کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔ ہمارے دادا ابو حنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ہمارے پر دادا ثابت بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، حضرت علیؓ نے ان کے لئے برکت کی دعا کی، اللہ نے یہ دعا ہمارے حق میں قبول فرمائی۔

امام صاحبؒ عجمی النسل تھے۔ آپؒ کے پوتے اسماعیل کی روایت سے اس قدر اور ثابت ہے کہ ان کا خاندان فارس کا ایک معزز اور مشہور خاندان تھا۔ فارس میں رئیس شہر کو مرزبان کہتے ہیں جو امام صاحبؒ کے پر دادا کا لقب تھا۔

اکثر مورخین فرماتے ہیں کہ آپ ۸۰ھ میں عراق کے دارالحکومت کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت وہاں صحابہ میں سے عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ موجود تھے، عبد الملک بن مروان کی حکومت تھی اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔

یہ وہ عہد تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جمالِ مبارک سے جن لوگوں کی آنکھیں روشن ہوئی تھیں (یعنی صحابہؓ) ان میں سے چند بزرگ بھی موجود تھے جن میں سے بعض امام حنیفہؒ کے آغازِ شباب تک زندہ رہے۔ مثلاً انس بن مالکؓ جو رسول ﷺ کے خادمِ خاص تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹۳ھ میں انتقال کیا اور ابو طفیل عامر بن واثلہؓ ۱۱۰ھ تک زندہ رہے۔ ابن سعد نے روایت کی ہے۔ جس کی سند میں کچھ نقصان نہیں۔ کہ امام ابو حنیفہؒ نے انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا حافظ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے بعض صحابہؓ کو دیکھا تھا۔

کوفہ جو امام ابو حنیفہؒ کا مولد و مسکن ہے، اسلام کی وسعت و تمدن کا گویا دیباچہ تھا۔ اصل عرب کی روز افزوں ترقی کے لئے عرب کی مختصر آبادی کافی نہ تھی۔ اس ضرورت سے حضرت عمرؓ نے سعد بن وقاصؓ کو جو اس وقت حکومتِ کسریٰ کا خاتمہ کر کے مدائن میں اقامت گزیں تھے، خط لکھا: "مسلمانوں کے لئے ایک شہر بساؤ جو ان کا دارالہجرت اور قرار گاہ ہو" سعدؓ نے کوفہ کی زمین پسند کی۔

۱۷ھ میں اس کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا۔ اور معمولی سادہ وضع کی عمارتیں تیار ہوئیں۔ اسی وقت عرب کے قبائل ہر طرف سے آکر آباد ہونے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ تھوڑے دنوں میں وہ عرب کا ایک خطہ بن گیا۔

حضرت عمرؓ نے یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمیوں کے لئے جو وہاں جاکر آباد ہوئے روزینے مقرر کر دیئے۔ چند روز میں جمعیت کے اعتبار سے کوفہ نے وہ حالت پیدا کی کہ جنابِ فاروقؓ کوفہ کو "رمح اللہ، کنزالایمان، جمجمۃ العرب" یعنی خدا کا علم، ایمان کا خزانہ، عرب کا سر، کہنے لگے۔ اور خط لکھتے تو اس عنوان سے لکھتے تھے "الیٰ رأس الاسلام، الیٰ رأس العرب۔" بعد میں حضرت علیؓ نے اس شہر کو دارالخلافہ قرار دیا۔

صحابہؓ میں سے ایک ہزار پچاس اشخاص جن میں چوبیس وہ بزرگ تھے جو غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے تھے، وہاں گئے اور بہتوں نے سکونت اختیار کر لی۔ ان بزرگوں کی بدولت ہر جگہ حدیث وروایت کے چرچے پھیل گئے تھے اور کوفہ کا ایک ایک گھر حدیث وروایت کی درسگاہ بنا ہوا تھا۔

بشارتِ نبوی ﷺ

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: **لوکان الا یمان عند الثریا لاتناله العرب لتناوله رجل من ابناء فارس۔**

اگر ایمان ثریا ستارہ کے پاس بھی ہو اور عرب اس کو نہ پاسکتے ہوں تو بھی اس کو ایک فارسی آدمی پالے گا۔

جلیل القدر عالم وحافظ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس حدیث سے قطعی طور پر امام ابو حنیفہؒ کو مراد لیتے ہیں اس لئے کہ کوئی بھی فارس کا رہنے والا امام صاحبؒ کے برابر علم والا نہیں ہوسکا۔

شکل وصورت

خطیب بغدادیؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ متوسط قد، حسین و جمیل، فصیح وبلیغ اور خوش آواز تھے، دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ امام صاحبؒ خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، خوشبودار اور بھلی مجلس والے رعب دار آدمی تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کی گفتگو نہایت شیریں، آواز بلند اور صاف ہوا کرتی تھی۔ کیسا ہی پیچیدہ مضمون ہو نہایت صفائی اور فصاحت سے ادا کر سکتے تھے۔ مزاج میں ذرا تکلف تھا۔ اکثر خوش لباس رہتے تھے، ابو مطیعانؒ کے شاگرد کا بیان ہے کہ "میں نے ایک دن ان کو نہایت قیمتی چادر اور قمیص پہنے دیکھا جن کی قیمت کم از کم چار سو درہم رہی ہو گی۔

بچپن کا زمانہ

امام صاحبؒ کے بچپن کا زمانہ نہایت پر آشوب زمانہ تھا۔ حجاج بن یوسف، خلیفہ عبد الملک کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔ ہر طرف ایک قیامت برپا تھی۔ حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر انہیں لوگوں پر مبذول تھیں جو ائمہ مذاہب اور علم و فضل کی حیثیت سے مقتدائے عام تھے۔

خلیفہ عبد الملک نے ۸۶ھ میں وفات پائی اور اس کا بیٹا ولید تخت نشین ہوا۔

اس زمانہ کی نسبت حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے۔ "ولید شام میں، حجاج عراق میں، عثمان حجاز میں، قرہ مصر میں، واللہ تمام دنیا ظلم سے بھری تھی"۔

ملک کی خوش قسمتی تھی کہ حجاج ۹۵ھ میں مر گیا۔ ولید نے بھی ۹۶ھ میں وفات پائی۔ ولید کے بعد سلیمان بن عبد الملک نے مسندِ خلافت کو زینت دی جس کی نسبت مورخین کا بیان ہے کہ خلفاء بنو امیہ میں سب سے افضل تھا۔ سلیمانؒ نے اسلامی دنیا پر سب سے بڑا یہ احسان کیا کہ مرتے دم تحریری وصیت کی کہ میرے بعد عمر بن عبد العزیزؒ تخت نشیں ہوں۔ سلیمان نے ۹۹ھ میں وفات پائی اور وصیت کے موافق عمر بن عبد العزیزؒ مسندِ خلافت پر بیٹھے جن کا عدل و انصاف اور علم و عمل معروف و مشہور ہے۔

غرض حجاج و ولید کے عہد تک تو امام ابو حنیفہؒ کو تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہونے کی نہ رغبت ہو سکتی تھی نہ کافی موقع مل سکتا تھا۔ تجارت باپ دادا کی میراث تھی اس لئے خز (ایک خاص قسم کے کپڑے) کا کارخانہ قائم کیا اور حسنِ تدبیر سے اسکو بہت کچھ ترقی دی۔

تعلیم و تربیت، شیوخ و اساتذہ

تعلیم و تربیت

سلیمان کے عہدِ خلافت میں جب درس و تدریس کے چرچے زیادہ عام ہوئے تو آپ کے دل میں بھی ایک تحریک پیدا ہوئی، حسنِ اتفاق کہ ان ہی دنوں میں ایک واقعہ پیش آیا جس سے آپ کے ارادہ کو اور بھی استحکام ہوا۔

امام صاحبؒ ایک دن بازار جا رہے تھے۔ امام شعبیؒ جو کوفہ کے مشہور امام تھے، ان کا مکان راہ میں تھا، سامنے سے نکلے تو انہوں نے یہ سمجھ کر کہ کوئی نوجوان طالب علم ہے بلا لیا اور پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟" انہوں نے ایک سوداگر کا نام لیا۔ امام شعبیؒ نے کہا "میرا مطلب یہ نہ تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بتاؤ تم پڑھتے کس سے ہو؟" انہوں نے افسوس کے ساتھ جواب دیا "کسی سے نہیں۔" شعبیؒ نے کہا "مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں، تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔" یہ نصیحت ان کے دل کو لگی اور نہایت اہتمام سے تحصیل علم پر متوجہ ہوئے۔

علمِ کلام کی طرف توجہ

علم کلام زمانۂ مابعد میں اگر چہ مدون و مرتب ہو کر اکتسابی علوم میں داخل ہو گیا۔ لیکن اس وقت تک اس کی تحصیل کے لئے صرف قدرتی ذہانت اور مذہبی معلومات درکار تھیں۔ قدرت نے امام ابو حنیفہؒ میں یہ تمام باتیں جمع کر دی تھیں۔ رگوں میں عراقی خون اور طبیعت میں زور اور جدت تھی۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس فن میں ایسا کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذۂ فن بحث کرنے میں ان سے جی چراتے تھے۔

تجارت کی غرض سے اکثر بصرہ جانا ہوتا تھا جو تمام فرقوں کا دنگل اور خاص کر خارجیوں کا مرکز تھا۔ اباضیہ، صفریہ، حشویہ وغیرہ سے اکثر بحثیں کیں اور ہمیشہ غالب رہے۔ بعد میں انہوں نے قانون میں منطقی استدلال اور عقل کے استعمال کا جو کمال دکھایا اور بڑے بڑے مسائل کو حل کرنے میں جو شہرت حاصل کی وہ اسی ابتدائی ذہنی تربیت کا نتیجہ تھا۔

شروع شروع میں تو امام صاحبؒ علم کلام کے بہت دلدادہ رہے لیکن جس قدر عمر اور تجربہ بڑھتا جاتا تھا ان کی طبیعت رکتی جاتی تھی خود ان کا بیان ہے کہ "آغازِ عمر میں اس علم کو سب سے افضل جانتا تھا، کیونکہ مجھ کو یقین تھا کہ عقیدہ و مذہب کی بنیاد انہی باتوں پر ہے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ صحابہ کبارؓ ان بحثوں سے ہمیشہ الگ رہے۔ حالانکہ ان باتوں کی حقیقت ان سے زیادہ کون سمجھ سکتا تھا۔ ان کی توجہ جس قدر تھی، فقہی مسائل پر تھی اور یہی مسائل وہ دوسروں کو تعلیم دیتے تھے۔ ساتھ ہی خیال گزرا کہ جو لوگ علم کلام میں مصروف ہیں ان کا طرزِ عمل کیا ہے۔ اس خیال سے اور بھی بے دلی پیدا ہوتی کیونکہ ان لوگوں میں وہ اخلاقی پاکیزگی اور روحانی اوصاف نہ تھے جو اگلے بزرگوں کا تمغہ امتیاز تھا۔

اسی زمانہ میں ایک دن ایک عورت نے آکر طلاق کے سلسلے میں مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب خود تو بتا نہ سکے۔ عورت کو ہدایت کی کہ امام حمادؒ جن کا حلقۂ درس یہاں سے قریب ہے جا کر پوچھے، یہ بھی کہہ دیا کہ حماد جو کچھ بتائیں مجھ سے کہتی جانا۔ تھوڑی دیر کے بعد آئی اور کہا کہ حماد نے یہ جواب دیا۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ مجھ کو سخت حیرت ہوئی اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور حماد کے حلقۂ درس میں جا بیٹھا۔

حماد رحمہ اللہ بطور استاد

حمادؒ کوفہ کے مشہور امام اور استادِ وقت تھے۔ حضرت انسؓ سے جو رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خاص تھے، حدیث سنی تھی اور بڑے بڑے تابعین کے فیضِ صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ اس وقت کوفہ میں انہی کا مدرسہ مرجع عام سمجھا جاتا تھا۔ اس مدرسۂ فکر کی ابتداء حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد ان کے شاگرد شریحؒ، علقمہؒ اور مسروقؒ اس مدرسہ کے نامور ائمہ ہوئے جن کا شہرہ اس وقت تمام دنیائے اسلام میں تھا۔ پھر ابراہیم نخعیؒ اور ان کے بعد حمادؒ تک اس کی امامت پہنچی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت علیؓ و عبد اللہ بن مسعودؓ سے فقہ کا جو سلسلہ چلا آتا تھا اس کا مدار انہی پر رہ گیا تھا۔ ان وجوہ سے امام ابو حنیفہؒ نے علم فقہ پڑھنا چاہا تو استادی کے لئے انہی کو منتخب کیا۔ ایک نئے طالب علم ہونے کی وجہ سے درس میں پیچھے بیٹھتے۔ لیکن چند روز کے بعد جب حماد کو تجربہ ہو گیا کہ تمام حلقہ میں ایک شخص بھی حافظہ اور ذہانت میں اس کا ہمسر نہیں ہے تو حکم دے دیا کہ " ابو حنیفہؒ سب سے آگے بیٹھا کریں۔

حضرت حمادؒ کے حلقۂ درس میں ہمیشہ حاضر ہوتے رہے۔ خود امام صاحبؒ کا بیان ہے کہ " میں دس برس تک حمادؒ کے حلقہ میں ہمیشہ حاضر ہوتا رہا اور جب تک وہ زندہ رہے ان کی شاگردی کا تعلق کبھی نہیں چھوڑا۔ انہی دنوں حمادؒ کا ایک رشتہ دار جو بصرہ میں رہتا تھا انتقال کر گیا تو وہ مجھے اپنا جانشین بنا کر بغرض تعزیت سفر پر روانہ ہو گئے۔

چونکہ مجھ کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے، تلامذہ اور اربابِ حاجت نے میری طرف رجوع کیا۔ بہت سے ایسے مسئلے پیش آئے جن میں استاد سے میں نے کوئی روایت نہیں سنی تھی اس لئے اپنے اجتہاد سے جواب دیئے اور احتیاط کیلئے ایک یادداشت لکھتا گیا۔ دو مہینہ کے بعد حماد بصرہ سے واپس آئے تو میں نے وہ یادداشت پیش کی۔ کل ساٹھ مسئلے تھے، ان میں سے انہوں نے بیس غلطیاں نکالیں، باقی کی نسبت فرمایا کہ تمہارے جواب صحیح ہیں۔ میں نے عہد کیا کہ حمادؒ جب تک زندہ ہیں ان کی شاگردی کا تعلق کبھی نہ چھوڑوں گا۔

متعدد طریق سے یہ بھی مروی ہے کہ آپؒ نے قرأت امام عاصمؒ سے سیکھی جن کا شمار قراء سبعہ میں ہوتا ہے اور انہیں کی قرأت کے مطابق قرآن حفظ کیا۔

حدیث کی تحصیل

حمادؒ کے زمانہ میں ہی امام صاحبؒ نے حدیث کی طرف توجہ کی کیونکہ مسائلِ فقہ کی مجتہدانہ تحقیق جو امام صاحبؒ کو مطلوب تھی حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن نہ تھی۔ لہذا کوفہ میں کوئی ایسا محدث باقی نہ بچا جس کے سامنے امام صاحبؒ نے زانوئے شاگردی تہ نہ کیا ہو اور حدیثیں نہ سیکھیں ہوں۔ ابو المحاسن شافعیؒ نے جہاں ان کے شیوخِ حدیث کے نام گنائے ہیں، ان میں ترانوے (۹۳) شخصوں کی نسبت لکھا ہے کہ وہ لوگ کوفہ کے رہنے والے یا اس اطراف کے تھے۔ اور ان میں اکثر تابعی تھے۔

مکہ کا سفر

امام ابو حنیفہؒ کو اگرچہ ان درسگاہوں سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا۔ تاہم تکمیل کی سند حاصل کرنے کے لئے حرمین جانا ضروری تھا جو علوم مذہبی کے اصل مراکز تھے۔ جس زمانہ میں امام ابو حنیفہؒ مکہ پہنچے۔ درس و تدریس کا نہایت زور تھا۔ متعدد اساتذہ جو فن حدیث میں کمال رکھتے تھے اور اکثر صحابہؓ کی خدمت سے مستفید ہوئے، انکی الگ الگ درسگاہ قائم تھی۔ ان میں عطاءؒ مشہور تابعی تھے جو اکثر صحابہؓ کی خدمت میں رہے اور ان کی فیضِ صحبت سے اجتہاد کا رتبہ حاصل کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، اسامہ بن زیدؓ، جابر بن عبد اللہؓ، زید بن ارقمؓ، ابو درداءؓ، ابو ہریرہؓ اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں سنی تھیں۔ مجتہدین صحابہؓ ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ "عطاء بن رباح کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں؟" بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً اوزاعی، زُہریؒ، عمرو بن دینارؒ انہی کے حلقۂ درس سے نکل کر استاد کہلائے۔

امام ابو حنیفہؒ استفادہ کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ روز بروز امام صاحبؒ کی ذہانت و طباعی کے جوہر ظاہر ہوتے گئے اور اس کے ساتھ استاد کی نظر میں آپ کا وقار بھی بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ جب حلقۂ درس میں جاتے تو عطاء اوروں کو ہٹا کر امام صاحبؒ کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے۔ عطاءؒ ۱۱۵ھ تک زندہ رہے اس مدت میں امام ابو حنیفہؒ ان کی خدمت میں اکثر حاضر رہے اور مستفید ہوئے۔

عطاءؒ کے سوا مکہ معظمہ کے اور محدثین جن سے امام صاحبؒ نے حدیث کی سند لی۔ ان میں عکرمہؒ کا ذکر خصوصیت سے کیا جاسکتا ہے۔ عکرمہؒ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے غلام اور شاگرد تھے۔ انہوں نے نہایت توجہ اور کوشش سے ان کی تعلیم و تربیت کی تھی یہاں تک کہ اپنی زندگی ہی میں اجتہاد و فتویٰ کا مجاز کر دیا تھا۔ امام شعبیؒ کہا کرتے تھے کہ قرآن کا جاننے والا عکرمہؒ سے بڑھ کر نہیں رہا۔ سعید بن جبیرؒ سے کسی نے پوچھا کہ دنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے فرمایا: ہاں! عکرمہؒ۔

مدینہ کا سفر

اسی زمانہ میں ابو حنیفہؒ نے مدینہ کا قصد کیا کہ حدیث کا مخزن اور نبوت کا اخیر قرار گاہ تھی۔ صحابہ کے بعد تابعین کے گروہ میں سے سات اشخاص علم فقہ و حدیث کے مرجع بن گئے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ جب مدینہ پہنچے تو ان بزرگوں میں سے صرف دو اشخاص زندہ تھے سلیمانؒ اور سالم بن عبد اللہؒ۔ سلیمان حضرت میمونہؓ کے جو رسول ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں سے تھیں، غلام تھے۔ اور فقہاء سبعہ میں فضل و کمال کے لحاظ سے ان کا دوسرا نمبر تھا۔ سالمؒ حضرت فاروق اعظمؓ کے پوتے تھے اور اپنے والد بزرگوار سے تعلیم پائی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیثیں روایت کیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی تعلیم کا سلسلہ اخیر زندگی تک قائم رہا اکثر حرمین جاتے اور مہینوں قیام کرتے تھے۔ آپ نے وہاں کے فقہاء و محدثین سے تعارف حاصل کیا اور حدیث کی سند لی۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ

امام ابو حفص کبیرؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کے شمار کرنے کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق شمار کئے گئے تو ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچی۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں ان کے شیوخِ حدیث کے نام گنائے ہیں اخیر میں لکھ دیا ہے "وخلق کثیر"۔ حافظ ابو المحاسن شافعیؒ نے تین سو انیس (۳۱۹) شخصیتوں کے نام بقیدِ نسب لکھے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام صاحبؒ نے ایک گروہِ کثیر سے استفادہ کیا جو بڑے بڑے محدث اور سند و روایت کے مرجع عام تھے۔ مثلاً امام شعبیؒ، سلمہ بن کہیلؒ، ابو اسحاق سبیعیؒ، سماک بن حربؒ، محارب بن ور ثاءؒ، عون بن عبد اللہؒ، ہشام بن عروہؒ، اعمشؒ، قتادہؒ، شعبہؒ اور عکرمہؒ۔ ہم مختصراً آپؒ کے خاص خاص شیوخ کا ذکر کر رہے ہیں جن سے آپؒ نے مدتوں استفادہ کیا ہے۔

امام شعبیؒ۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اول اول امام ابو حنیفہؒ کو تحصیلِ علم کی رغبت دلائی تھی۔ بہت سے صحابہؓ سے حدیثیں روایت کی تھیں۔ مشہور ہے کہ پانسو صحابہؓ کو دیکھا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ان کو ایک بار مغازی کا درس دیتے دیکھا تو فرمایا کہ " واللہ! یہ شخص اس فن کو مجھ سے اچھا جانتا ہے"۔ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

سلمہ بن کہیلؒ مشہور محدث اور تابعی تھے۔ ابن سعدؒ نے ان کو کثیر الحدیث لکھا ہے۔ ابن مہدیؒ کا قول تھا کہ کوفہ میں چار اشخاص سب سے زیادہ صحیح الروایت تھے: منصورؒ، سلمہ بن کہیلؒ، عمرو بن مرہؒ، ابو حصینؒ۔

ابو اسحاق سبیعیؒ کبارِ تابعین میں سے تھے۔ عبد اللہؓ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، ابن زبیرؓ، نعمان بن بشیرؓ، زید بن ارقمؓ سے حدیثیں سنی تھیں۔ عجلیؒ نے کہا ہے کہ اڑتیس صحابہؓ سے ان کو بالمشافہ روایت حاصل ہے۔

محاربؒ بن ور ثاء نے عبد اللہ بن عمرؓ اور جابرؓ وغیرہ سے روایت کی۔ امام سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے کہ " میں نے کسی زاہد کو نہیں دیکھا جس کو محاربؒ پر ترجیح دوں"۔

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ "محاربؒ عموماً حجت ہیں۔" کوفہ میں منصبِ قضا پر معمور تھے۔ ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔

عونؒ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیثیں روایت کیں۔ نہایت ثقہ اور پرہیزگار تھے۔

ہشام بن عروہؒ معزز و مشہور تابعی تھے بہت سے صحابہؓ سے حدیثیں روایت کیں۔ بڑے بڑے ائمۂ حدیث مثلاً سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، سفیان بن عیینہؒ ان کے شاگرد تھے۔

خلیفہ منصور ان کا احترام کیا کرتا تھا۔ ان کے جنازہ کی نماز بھی منصور نے ہی پڑھائی تھی ابن سعدؒ نے لکھا ہے وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔

اعمشؒ کوفہ کے مشہور امام تھے۔ صحابہؓ میں سے انس بن مالکؓ سے ملے تھے اور عبد للہ بن اوفیؓ سے حدیث سنی تھی۔ سفیان ثوریؒ اور شعبہؒ ان کے شاگرد ہیں۔

قتادہؒ بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ و عبد اللہ بن سرخسؓ و ابو الطفیلؓ اور دیگر صحابہ سے حدیثیں روایت کیں۔ حضرت انسؓ کے دو شاگرد جو نہایت نامور ہیں ان میں ایک ہیں۔ اس خصوصیت میں ان کو نہایت شہرت تھی کہ حدیث کو بعینہٖ ادا کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ان کی فقہ و واقفیتِ اختلاف و تفسیر دانی کی نہایت مدح کی ہے اور کہا ہے کہ ''کوئی شخص ان باتوں میں ان کے برا بر ہو تو ہو مگر ان سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔

شعبہؒ بھی بڑے رتبہ کے محدث تھے۔ سفیان ثوریؒ نے فن حدیث میں ان کو امیر المومنین کہا ہے۔ عراق میں یہ پہلے شخص ہیں جس نے جرح و تعدیل کے مراتب مقرر کئے۔ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا۔ شعبہؒ کا امام ابو حنیفہ کے ساتھ ایک خاص ربط تھا۔ غائبانہ ان کی ذہانت و خوبیٔ فہم کی تعریف کرتے تھے۔ ایک بار امام صاحبؒ کا ذکر آیا تو کہا جس یقین کے ساتھ میں یہ جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہؒ روشن ہیں۔

یحیٰ بن معین (جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں) سے کسی نے پوچھا کہ آپ ابو حنیفہؒ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں؟ فرمایا اس قدر کافی ہے کہ شعبہؒ نے انکو حدیث و روایت کی اجازت دی اور شعبہ آخر شعبہؒ ہی ہیں۔ بصرہ کے اور شیوخ جن سے ابو حنیفہؒ نے حدیثیں روایت کیں۔ ان میں عبد الکریم بن امیہؒ اور عاصم بن سلیمان الاحولؒ زیادہ ممتاز ہیں۔

استاد کی عزت

امام صاحبؒ کو طلبِ علم میں کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالکؒ عمر میں ان سے تیرہ برس کم تھے۔ ان کے حلقۂ درس میں بھی اکثر حاضر ہوئے اور حدیثیں سنیں۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے سامنے ابو حنیفہؒ اس طرح مؤدب بیٹھتے تھے جس طرح شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔ اس کو بعض کوتاہ بینوں نے امام صاحبؒ کی کسرِ شان پر محمول کیا ہے لیکن ہم اس کو علم کی قدر شناسی اور شرافت کا تمغہ سمجھتے ہیں۔

امام صاحب ﷫ کی قدر

امام صاحبؒ کے اساتذہ ان کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا تھا۔ محمد بن فضلؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ ایک حدیث کی تحقیق کے لئے خطیبؒ کے پاس گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ خطیبؒ نے ان کو آتے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت تعظیم کے ساتھ لاکر اپنے برابر بٹھایا۔

عمرو بن دینارؒ جو مکہ کے مشہور محدث تھے۔ ابو حنیفہؒ کے ہوتے ہوئے حلقۂ درس میں اور کسی کی طرف خطاب نہیں کرتے تھے۔

امام مالکؒ بھی ان کا نہایت احترام کرتے تھے۔ عبد اللہ بن مبارکؒ کی زبانی منقول ہے کہ میں امام مالکؒ کے درسِ حدیث میں حاضر تھا۔ ایک بزرگ آئے جن کی انہوں نے نہایت تعظیم کی اور اپنے برابر بٹھایا۔ ان کے جانے کے بعد فرمایا'' جانتے ہو یہ کون شخص تھا؟ یہ ابو حنیفہؒ عراقی تھے جو اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔'' ذرا دیر کے بعد ایک اور بزرگ آئے امام مالکؒ نے ان کی بھی تعظیم کی لیکن نہ اس قدر جتنی ابو حنیفہؒ کی کی تھی، وہ اٹھ گئے تو لوگوں سے کہا'' یہ سفیان ثوریؒ تھے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمی ترقی کا ایک سبب

امام صاحبؒ کی علمی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ان کو ایسے بڑے بڑے اہل کمال کی صحبتیں میسر آئیں جن کا ابھی تذکرہ گزرا۔ اور جن شہروں میں ان کو رہنے کا اتفاق ہوا یعنی کوفہ، بصرہ، مکہ اور مدینہ، یہ وہ مقامات تھے کہ مذہبی روایتیں وہاں کی ہوا میں سرایت کر گئی تھیں۔ علماء سے ملنے اور علمی جلسوں میں شریک ہونے کا شوق امامؒ کی خمیر میں داخل تھا۔ ساتھ ہی ان کی شہرت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جہاں جاتے تھے استفادہ، ملاقات، مناظرہ کی غرض سے خود ان کے پاس ہزاروں آدمیوں کا مجمع رہتا تھا۔

تاریخ بغداد کے حوالہ سے شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں۔ " ایک روز امام ابو حنیفہؒ منصور کے دربار میں آئے وہاں عیسی بن موسی بھی موجود تھا اس نے منصور سے کہا یہ اس عہد کے سب سے بڑے عالم دین ہیں۔

منصور نے امام صاحب کو مخاطب ہو کر کہا۔۔۔۔ "نعمان! آپ نے علم کہاں سے سیکھا؟" فرمایا "حضرت عمرؓ کے تلامذہ سے، نیز شاگردانِ علیؓ سے اور تلامذۂ عبداللہ بن مسعودؓ سے۔" منصور بولا " آپ نے بڑا قابلِ اعتماد علم حاصل کیا۔" (حیات حضرت امام ابو حنیفہؒ)

سلسلۂ تدریس وافتاء

درس کا آغاز

امام صاحبؒ کے خاص استاد حضرت حمادؒ نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ چونکہ ابراہیم نخعیؒ کے بعد فقہ کا دارومدار انہی پر رہ گیا تھا ان کی موت نے کوفہ کو بے چراغ کر دیا لہٰذا تمام بزرگوں نے متفقاً امام ابو حنیفہؒ سے درخواست کی کہ مسندِ درس کو مشرف فرمائیں۔ اس وقت امام صاحبؒ کی عمر چالیس سال تھی بنا بریں جسم و عقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے مسندِ درس کو سنبھالا۔

ابو الولیدؒ کا بیان ہے کہ لوگوں نے ان کے پاس وہ سب کچھ پایا جو ان کے بڑوں کے پاس نہیں ملا اور نہ ہی ان کے ہم عمروں میں چنانچہ لوگ آپؒ کی صحبت میں آگئے اور غیروں کو چھوڑ دیا۔

انہی دنوں میں امام صاحبؒ نے خواب دیکھا کہ پیغمبر ﷺ کی قبر مبارک کھود رہے ہیں۔ ڈر کر چونک پڑے اور سمجھے کہ نا قابلیت کی طرف اشارہ ہے۔ امام ابن سیرینؒ علم تعبیر کے استاد مانے جاتے تھے انہوں نے تعبیر بتائی کہ اس سے ایک مردہ علم کو زندہ کرنا مقصود ہے۔ امام صاحبؒ کو تسکین ہو گئی اور اطمینان کے ساتھ درس و افتاء میں مشغول ہو گئے۔

درس کے اوقات

معمول تھا صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے، دور دور سے استفتا آئے ہوتے۔ ان کے جواب لکھتے۔ پھر تدوینِ فقہ کی مجلس منعقد ہوتی، بڑے بڑے نامور شاگردوں کا مجمع ہوتا۔ پھر ظہر کی نماز پڑھ کر گھر آتے گرمیوں میں بعد ظہر کے ہمیشہ سو رہتے۔ نمازِ عصر کے بعد کچھ دیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک درس و تعلیم کا مشغلہ رہتا۔ باقی دوستوں سے ملنے ملانے، بیماروں کی عیادت، تعزیت اور غریبوں کی خبر گیری میں صرف ہوتا۔ مغرب کے بعد پھر درس کا سلسلہ شروع ہوتا اور عشاء تک رہتا۔ نمازِ عشاء پڑھ کر عبادت میں مشغول ہوتے اور اکثر رات رات بھر نہ سوتے۔

درس کی وسعت

اول اول حمادؒ کے پرانے شاگرد درس میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن چند روز میں وہ شہرت ہوئی کہ کوفہ کی درسگاہیں ٹوٹ کر ان کے حلقہ میں آملیں، نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود ان کے اساتذہ مثلاً مسعر بن کدامؒ، امام اعمشؒ وغیرہ ان سے استفادہ کرتے تھے اور دوسروں کو ترغیب دلاتے تھے۔

ابن ابی لیلی، شریک، ابن شبرمہ آپ کی مخالفت کرنے لگے اور آپ کی عیب جوئی میں لگ گئے معاملہ اس طرح چلتا رہا مگر امام صاحبؒ کی بات مضبوط ہوتی گئی۔ امراء کو آپ کی ضرورت پڑنے لگی اور خلفاء نے آپ کو یاد کرنا اور شرفاء نے اکرام کرنا شروع کر دیا۔ آپ کا مرتبہ بڑھتا چلا گیا شاگردوں کی زیادتی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ مسجد میں سب سے بڑا حلقہ آپ کا ہوتا اور سوالوں کے جواب میں بڑی وسعت ہوتی۔ لوگوں کی توجہ آپ کی طرف ہوتی گئی۔ امام صاحبؒ لوگوں کے مصائب میں ہاتھ بٹانے لگے، لوگوں کا بوجھ اٹھانے لگے اور ایسے ایسے کام کرنے لگے جن کو کرنے سے دوسرے لوگ عاجز تھے۔ اس سے آپ کو بڑی قوت ملی الغرض تقدیرِ خداوندی نے آپ کو سعید و کامیاب کیا۔

اسلامی دنیا کا کوئی حصہ نہ تھا جو ان کی شاگردی کے تعلق سے آزاد رہا ہو۔ جن جن مقامات کے رہنے والے ان کی خدمت میں پہنچے ان سب کا شمار ممکن نہیں لیکن جن اضلاع و ممالک کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا گیا ہے وہ یہ ہیں: مکہ، مدینہ، دمشق، بصرہ، مصر، یمن، یمامہ، بغداد، اصفہان، استر آباد، ہمدان، طبرستان، مرجان، نیشاپور، سرخس، بخارا، سمرقند، کس، صعانیاں، ترمذ، ہرات، خوازم، سبستان، مدائن، حمص وغیرہ۔ مختصر یہ کہ ان کی استادی کے حدود خلیفۂ وقت کی حدودِ حکومت سے کہیں زیادہ تھے۔

پھر تو آپؒ کے شاگردوں میں بڑے بڑے امام ہوئے، بڑے بڑے علماء آپ کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ یحیٰ بن سعیدؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ، یحیٰ بن زکریاؒ، وکیع بن جراحؒ، یزید بن ہارونؒ، حفص بن غیاصؒ، ابو عاصمؒ عبد الرزاق بن ہمامؒ، داؤد الطائیؒ جیسے محدثین اور قاضی ابو یوسفؒ، محمد بن حسن الشیبانیؒ، زفرؒ، حسن بن زیادؒ جیسے فقہاء پیدا ہوئے۔

امام ابو حنیفہؒ ان لوگوں کو علمِ حدیث و فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے تھے۔ آپ کے نامور شاگردوں کا ذکر آئندہ باب میں "تلامذہ و تصنیفات" کے عنوان سے آرہا ہے۔

وفات اور کفن و فن

عہدۂ قضا سے انکار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خطیب بغدادی نے روایت کی ہے کہ یزید بن عمر بن ہبیر، والی عراق نے امام ابو حنیفہؒ کو حکم دیا کہ کوفہ کے قاضی بن جائیں لیکن امام صاحب نے قبول نہیں کیا تو اس نے ایک سو دس کوڑے لگوائے۔ روزانہ دس کوڑے لگواتا جب بہت کوڑے لگ چکے اور امام صاحب اپنی بات یعنی قاضی نہ بننے پر اڑے رہے تو اس نے مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔

ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب قاضی ابن لیلیٰ کا انتقال ہو گیا اور خلیفہ منصور کو اطلاع ملی تو اس نے امام صاحب کیلئے قضا کا عہدہ تجویز کیا امام صاحب نے صاف انکار کیا اور کہا کہ ''میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا'' منصور نے غصہ میں آ کر کہا'' تم جھوٹے ہو'' امام صاحب نے کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ دعویٰ ضرور سچا ہے کہ میں عہدۂ قضاء کے قابل نہیں کیونکہ جھوٹا شخص کبھی قاضی نہیں مقرر ہو سکتا۔

ایک سازش

خلیفہ ابو جعفر منصور نے دارالخلافہ کے لئے بغداد کا انتخاب کیا اور امام اعظمؒ کو قتل کرنے کے لئے کوفہ سے بغداد بلوایا تھا کیونکہ حضرت حسنؓ کی اولاد میں سے ابرہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؓ نے خلیفہ منصور کے خلاف بصرہ میں علم بغاوت بلند کر دیا تھا امام صاحب ابرہیم کے علانیہ طرفدار تھے ادھر منصور کو خبر دی گئی کہ امام ابو حنیفہ ان کے حامی ہیں اور انہوں نے زرِ کثیر دے کر ابراہیم کی مدد بھی کی ہے۔

خلیفہ منصور کو امام صاحب سے خوف ہوا۔ لہٰذا ان کو کوفہ سے بغداد بلا کر قتل کرنا چاہا مگر بلا سبب قتل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اس لئے ایک سازش کر کے قضا کی پیشکش کی۔ امام صاحب نے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور معذرت کر دی کہ مجھ کو اپنی طبیعت پر اطمینان نہیں، میں عربی النسل نہیں ہوں، اس لئے اہل عرب کو میری حکومت ناگوار ہو گی، درباریوں کی تعظیم کرنی پڑے گی اور یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا''۔

وفات

منصور نے قاضی القضاۃ کے عہدہ قبول نہ کرنے کی وجہ سے امام صاحب کو اس وقت یعنی ۱۴۶ھ میں قید کر ڈالا۔ لیکن ان حالات میں بھی اس کو ان کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ امام صاحب کی شہرت دور دور تک پہنچی ہوئی تھی۔ قید کی حالت نے ان کے اثر اور قبولِ عام کو کم کرنے کے بجائے اور زیادہ کر دیا تھا۔ قید خانہ میں ان کا سلسلۂ تعلیم بھی برابر قائم رہا۔

امام محمد نے جو فقہ کے دستِ بازو ہیں قید خانہ ہی میں ان سے تعلیم پائی۔ ان وجوہ سے منصور کو امام صاحب کی طرف سے جو اندیشہ تھا وہ قید کی حالت میں بھی رہا جس کی آخری تدبیر یہ کی کہ بے خبری میں ان کو زہر دلوا دیا۔ جب ان کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں قضا کی اور اپنے رب سے جا ملے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں وصال فرمایا تب آپ کی عمر مبارک ۷۰ سال تھی، وفات کے وقت حماد کے سوا ان کے کوئی اولاد موجود نہ تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کفن دفن

ان کے مرنے کی خبر جلد تمام شہر میں پھیل گئی اور سارا بغداد اُمڈ آیا۔ حسن بن عمارہ نے جو قاضی شہر تھے غسل دیا، نہلاتے تھے اور کہتے جاتے تھے " واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ، بڑے عابد، بڑے زاہد تھے، تم میں تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

غسل سے فارغ ہوتے ہوئے لوگوں کی یہ کثرت ہوئی کہ پہلی بار نمازِ جنازہ میں کم وبیش پچاس ہزار کا مجمع تھا اس پر بھی آنے والوں کا سلسلہ قائم تھا۔ یہاں تک کہ چھ بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور عصر کے قریب جاکر لاش دفن ہوسکی۔ لوگوں کا یہ حال تھا کہ تقریباً بیس دن تک ان کی نمازِ جنازہ پڑھتے رہے۔

امام صاحبؒ نے وصیت کی تھی کہ خیزران میں دفن کئے جائیں۔ کیونکہ یہ جگہ ان کے خیال میں مغضوب نہ تھی اس وصیت کے موافق خیزران کے مشرقی جانب ان کا مقبرہ تیار ہوا۔ سلطان الپ ارسلان سلجوقی جو عادل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت فیاض بھی تھا اس نے ۴۵۹ھ میں ان کی قبر کے قریب ایک مدرسہ تیار کرایا جو مشہدِ ابوحنیفہؒ کے نام سے مشہور ہے۔

امام صاحب ؒ کی اولاد

امام صاحبؒ کی اولاد کا مفصل حال معلوم نہیں مگر اس قدر یقینی ہے کہ وفات کے وقت حماد کے سوا کوئی اولاد نہ تھی۔ حماد بڑے رتبہ کے فاضل تھے بچپن میں ان کی تعلیم نہایت اہتمام سے ہوئی تھی۔ چنانچہ جب الحمد ختم کی تو انکے پدرِ بزرگوار نے اس تقریب میں معلم کو پانچ سو درہم نذر کیئے۔ بڑے ہوئے تو خود امام صاحبؒ سے مراتبِ علمی کی تکمیل کی۔ علم و فضل کے ساتھ بے نیازی اور پرہیز گاری میں بھی باپ کے خلف الرشید تھے۔ تمام عمر کسی کی ملازمت نہیں کی نہ شاہی دربار سے کچھ تعلق پیدا کیا۔ ذیقعدہ ۱۷۶ھ میں قضا کی۔ چار بیٹے چھوڑے عمر، اسمعیل، ابوحیان اور عثمان۔

امام صاحبؒ کے پوتے اسمعیلؒ نے علم و فضل میں نہایت شہرت حاصل کی۔ چنانچہ مامون الرشید نے اُن کو عہدۂ قضا پر مامور کیا جس کو انہوں نے اس دیانت داری اور انصاف سے انجام دیا کہ جب بصرہ سے چلے تو سارا شہر ان کو رخصت کرنے کو نکلا اور سب لوگ اُن کے جان و مال کو دعائیں دیتے تھے۔

امام صاحبؒ کی معنوی اولاد تو آج تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور شاید چھ سات کروڑ سے کم نہ ہوگی اور خدا کے فضل سے علم فضل کا جوہر بھی نسلاً بعد نسل اُن کی میراث میں چلا آتا ہے۔

اظہارِ افسوس!

اس وقت ان ممالک میں بڑے بڑے ائمہ مذہب موجود تھے۔ جن میں بعض خود امام صاحبؒ کے استاد تھے۔ سب نے ان کے مرنے کا رنج کیا اور نہایت تاسف آمیز کلمات کہے۔ ابن جریج نے جو مکہ میں تھے سن کر کہا " انا للہ! بہت بڑا علم جاتا رہا۔" شعبہ بن الحجاج نے جو امام ابوحنیفہؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے شیخ اور بصرہ کے امام تھے، نہایت افسوس کیا اور کہا "کوفہ میں اندھیرا ہو گیا"۔ اس واقعہ کے چند روز کے بعد عبد اللہ بن المبارکؒ کو بغداد جانے کا اتفاق ہوا۔ امام صاحبؒ کی قبر پر گئے اور رو کر کہا: ابو حنیفہؒ! خدا تم پر رحم کرے۔ ابراہیمؒ مرے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ حمادؒ مرے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے افسوس تم نے اپنے برابر تمام دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہ چھوڑا۔

ایک دن امام شافعی نے صبح کی نماز امام ابو حنیفہ کی قبر کے پاس ادا کی تو اس میں دعاے قنوت نہیں پڑھی جب ان سے عرض کیا گیا تو فرمایا اس قبر والے کے ادب کی وجہ سے دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

حافظ الحدیث و بانی فقہ

امام ابو حنیفہؒ کا شمار بڑے حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ امام صاحبؒ نے چار ہزار محدثین سے حدیث پڑھی ہے ان میں سے بعض شیوخِ حدیث تابعی تھے اور بعض تبع تابعی۔ اسی لئے علامہ ذہبیؒ نے امام صاحبؒ کا شمار محدثین کے طبقۂ حفاظ میں کیا ہے۔

امام صاحبؒ کے شاگردوں نے خود ان سے سیکڑوں حدیثیں روایت کی ہیں۔ مؤطاء امام محمدؒ، کتاب الآثار، کتاب الحج جو عام طور پر متداول ہیں ان میں بھی امام صاحب سے بیسیوں حدیثیں مروی ہیں۔

غور کر لیجئے کہ جس شخص نے بیس برس کی عمر سے علم حدیث پر توجہ کی ہو اور ایک مدت تک اس شغل میں مصروف رہا ہو، جس نے کوفہ کے مشہور شیوخِ حدیث سے حدیثیں سیکھیں ہوں، جو حرمِ محترم کی درسگاہوں میں برسوں تحصیل حدیث کرتا رہا ہو، جس کو مکہ و مدینہ کے شیوخ نے سندِ فضیلت دی ہو، جس کے اساتذۂ حدیث عطاء بن ابی رباحؒ، نافع بن عمرؒ، عمر بن دینارؒ، محارب بن ورثاؒ، اعمش کوفیؒ، امام باقرؒ، علقمہ بن مرثدؒ، مکحول شامیؒ، امام اوزاعیؒ، محمد بن مسلمؒ، ابو اسحٰق السبیعیؒ، سلیمان بن یسارؒ، منصور المعتمرؒ، ہشام بن عروہؒ رحمھم اللہ وغیرہ ہوں جو فنِ روایت کے ارکان ہیں اور جن کی روایتوں سے بخاری و مسلم مالا مال ہیں، وہ حدیث میں کس رتبہ کا شخص ہوگا؟

اس کے ساتھ امام صاحبؒ کے شاگردوں پر غور کرو یحیٰ بن سعید القطانؒ جو فن جرح و تعدیل کے امام ہیں، عبد الرزاق بن ہمامؒ جن کی جامع کبیر سے امام بخاریؒ نے فائدہ اٹھایا ہے، یزید بن ہارون جو امام احمد بن حنبلؒ کے استاد تھے، وکیع بن الجراح جن کی نسبت امام احمد بن حنبلؒ کہا کرتے تھے حفظِ اسناد و روایت میں میں نے کسی کو انکا ہم عصر نہیں دیکھا، عبد اللہ بن مبارکؒ جو فن حدیث میں امیر المومنین تسلیم کئے گئے ہیں، یحیٰ بن زکریاؒ جن کو علی بن المدنیؒ (استاد بخاری) منتہائے علم کہتے ہیں۔

یہ لوگ برائے نام امام صاحب کے شاگرد نہ تھے بلکہ برسوں ان کے دامنِ فیض میں تعلیم پائی تھی اور اس انتساب سے ان کو فخر و ناز تھا، عبد اللہ بن مبارکؒ کہا کرتے تھے کہ " اگر خدا نے ابو حنیفہؒ سے میری مدد نہ کی ہوتی تو میں ایک معمولی آدمی ہوتا"۔ (تہذیب التہذیب) وکیعؒ اور یحیٰ ابن ابی زائدہ امام صاحبؒ کی صحبت میں اتنی مدت تک رہے تھے کہ "صاحب ابی حنیفہؒ" کہلاتے تھے۔ کیا اس رتبہ کے لوگ جو خود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث وروایت کے پیشوا اور مقتدا تھے کسی معمولی شخص کے سامنے سر جھکا سکتے تھے؟ انہیں تمام خصوصیات اور وجوہات کی بنا پر علامہ ذہبیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے۔

مسانید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

ایسی سترہ مسانید ہیں جن میں محدثین نے امام صاحبؒ کی روایات کو جمع کیا اور وہ درجہ ذیل ہیں:

1. تخریج حافظ محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث الحارثی بخاریؒ۔
2. خریج حافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہدؒ۔
3. تخریج ابو الحسن محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰؒ۔
4. تخریج حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصفہانی شافعیؒ۔
5. تخریج حافظ قاضی ابو بکر محمد بن عبد الباقی انصاریؒ۔
6. تخریج حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی شافعیؒ۔
7. تخریج ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن جیش من ساعات حسن بن زیاد اللؤلؤی صاحب ابی حنیفہؒ
8. تخریج قاضی ابو الحسن عمر بن حسن اشنائیؒ۔
9. تخریج ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن حلی کلاعیؒ۔
10. تخریج حافظ ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخیؒ۔
11. تخریج بعض محدثین از امام ابو یوسفؒ۔
12. تخریج بعض محدثین از امام محمد بن حسن شیبانیؒ۔
13. تخریج بعض محدثین از حماد بن ابو حنیفہؒ۔
14. تخریج امام محمد بن حسن شیبانیؒ) الآثار)۔
15. تخریج ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوامؒ (مناقب)۔
16. تخریج حافظ ابو بکر بن المقریؒ۔
17. تخریج حافظ ابو علی البکریؒ۔

علامہ محمد بن یوسفؒ دمشقی نے ان سب مسندوں کی سندیں بھی ذکر فرمائی ہیں جس کے لئے اصل کتاب "عقود الجمان" کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات کم کیوں ہیں؟

امام صاحب نے روایت کے متعلق جو شرطیں اختیار کیں کچھ تو وہی ہیں جو اور محدثین کے نزدیک مسلم ہیں کچھ ایسی ہیں جن میں وہ منفرد ہیں یا صرف امام مالکؒ اور بعض اور مجتہدین ان کے ہم زبان ہیں۔ ان میں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ "صرف وہ حدیثیں حجت ہیں جس کو راوی نے اپنے کانوں سے سنا ہو، اور روایت کے وقت تک اس کو یاد رکھا ہو۔"

یہ قاعدہ بظاہر نہایت صاف جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن اس کی تفریعیں نہایت وسیع اثر رکھتی ہیں اور عام محدثین کو اُن سے اتفاق نہیں ہے۔ محدثین کے نزدیک ان پابندیوں سے روایت کا دائرہ تنگ ہو جاتا ہے لیکن امام صاحبؒ نے روایت کی وسعت کی نسبت احتیاط کو مقدم رکھا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کا اشتغال مسائل کو دلائل سے استنباط کرنے میں زیادہ رہا جیسے کہ کبارِ صحابہؓ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ عمل میں مشغول رہے اسی وجہ سے ان کی مرویات کم ہیں اس کے برخلاف جو صحابہؓ ان سے کم مرتبہ ہیں ان کی روایات ان اکابر صحابہؓ کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔

یہ تمام باتیں اس بات کی شاہد ہیں کہ علمِ حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کا کیا پایہ تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں نے امام ابو حنیفہؒ کو امام ابو حنیفہؒ نہیں بنایا۔ اگر وہ حافظ الحدیث تھے تو اور لوگ بھی تھے۔ اگر انکے شیوخِ حدیث کئی سو تھے تو بعض ائمہ سلف کے شیوخ کئی کئی ہزار تھے۔ اگر انہوں نے کوفہ و حرمین کی درسگاہ میں تعلیم پائی تھی تو اوروں نے بھی یہ شرف حاصل کیا تھا۔ ابو حنیفہ کو جس بات نے تمام ہم عصروں میں امتیاز دیا وہ اور چیز ہے جو ان سب باتوں سے بالاتر ہے یعنی احادیث کی تنقید اور بلحاظِ ثبوت احکام، ان کے مراتب کی تفریق۔

امام ابو حنیفہؒ کے بعد علمِ حدیث کو بہت ترقی ہوئی غیر مرتب اور منتشر حدیثیں یکجا کی گئیں۔ صحت کا التزام کیا گیا۔ اصولِ حدیث کا مستقل فن قائم ہو گیا جس کے متعلق سینکڑوں بیش بہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔ زمانہ اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ باریک بینی اور دقتِ آفرینی کی کوئی حد نہیں رہی۔ تجربہ اور دقتِ نظر نے سیکڑوں نئے نقطے ایجاد کئے لیکن تنقیدِ احادیث، اصولِ درایت، امتیازِ مراتب میں امام ابو حنیفہؒ کی تحقیق کی جو حد ہے آج بھی ترقی کا قدم اس سے آگے نہیں بڑھتا۔

امام صاحب بطور بانی فقہ:

اسلامی علوم مثلاً تفسیر، فقہ، مغازی ان کی ابتدا اگرچہ اسلام کے ساتھ ساتھ ہوئی لیکن فن کی حیثیت سے دوسری صدی کے اوائل میں تدوین و ترتیب شروع ہوئی۔ اور جن لوگوں نے تدوین و ترتیب کی وہ ان علوم کے بانی کہلائے۔ چنانچہ بانی فقہ کا لقب امام ابو حنیفہؒ کو ملا جو در حقیقت اس لقب کے سزاوار تھے۔ اگر ارسطو علم منطق کا موجد ہے تو بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ بھی علم فقہ کے موجد ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام صاحبؒ کی عملی زندگی کا بڑا کارنامہ فقہ ہی ہے اس لئے ہم اس پر تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں لیکن اصل مقصد سے پہلے ضروری ہے کہ مختصر طور پر علم فقہ کی تاریخ سمجھ لیں جس سے ظاہر ہو کہ یہ علم کب شروع ہوا اور کیونکر شروع ہوا؟ اور خاص کر یہ کہ امام ابو حنیفہؒ نے جب اس کو پایا تو اس کی کیا حالت تھی؟

شاہ ولی اللہ صاحبؒ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسائل کی جو صورتِ حال تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے سامنے وضو فرماتے تھے اور کچھ نہ بتاتے تھے کہ یہ رکن ہے، یہ واجب ہے، یہ مستحب ہے، صحابہؓ آپ ﷺ کو دیکھ کر اسی طرح وضو کرتے تھے۔ نماز کا بھی یہی حال تھا یعنی صحابہؓ فرض واجب وغیرہ کی تفصیل و تدقیق نہیں کیا کرتے تھے جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لی۔

مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہو تا گیا۔ واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہو نا پڑا۔ مثلاً کسی شخص نے غلطی سے نماز میں کوئی عمل ترک کر دیا اب بحث یہ پیش آئی کہ " نماز ہوئی یا نہیں؟" صحابہؓ کو ان صورتوں میں استنباط، تفریع، حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے کام لینا پڑا۔ اس اصول کے طریقے یکساں نہ تھے اس لئے ضروری اختلاف پیدا ہوئے۔ غرض صحابہؓ ہی کے زمانہ میں احکام اور مسائل کا ایک دفتر بن گیا۔ اور جدا جدا طریقے قائم ہو گئے۔ صحابہؓ میں سے جن لوگوں نے استنباط واجتہاد سے کام لیا اور مجتہد یا فقیہ کہلائے ان میں سے چار بزرگ نہایت ممتاز تھے حضرت علیؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت عمرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ۔

حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ زیادہ تر کوفہ میں رہے۔ اور وہیں ان کے مسائل و احکام کی زیادہ ترویج ہوئی اس تعلق سے کوفہ فقہ کا دار العلوم بن گیا، جس طرح کہ حضرت عمرؓ وعبد اللہ بن عباسؓ کے تعلق سے حرمین کو دار العلوم کا لقب حاصل ہوا تھا۔

حضرت علیؓ بچپن سے رسول اللہ ﷺ کی آغوشِ تربیت میں پلے تھے اور جس قدر ان کو آنحضرت ﷺ کے اقوال سے مطلع ہونے کا موقع ملا تھا اور کسی کو نہیں ملا۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ اور صحابہؓ کی نسبت کثیر الروایت کیوں ہیں؟ فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ سے کچھ دریافت کرتا تھا تو بتاتے تھے۔ اور چپ رہتا تھا تو خود ابتدا کرتے تھے۔

اس کے ساتھ ذہانت، قوتِ استنباط، ملکۂ استخراج ایسا بڑھا ہوا تھا کہ عموماً صحابہؓ اعتراف کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا عام قول تھا کہ خدا نہ کرے کہ کوئی مشکل مسئلہ آن پڑے اور علیؓ ہم میں موجود نہ ہوں۔ عبد اللہ بن عباسؓ خود مجتہد تھے مگر کہا کرتے تھے کہ جب ہم کو علیؓ کا فتویٰ مل جائے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبداللہ بن مسعودؓ بھی حدیث وفقہ دونوں میں کامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جس قدر جلوت وخلوت میں وہ ہمدم وہمراز رہے تھے بہت کم لوگ رہے ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ ہم یمن سے آئے اور کچھ دنوں تک مدینہ میں رہے، ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم ان کو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ہونے کا گمان کرتے رہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا دعویٰ تھا کہ " قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کی نسبت میں یہ نہ جانتا ہوں کہ کس باب میں اتری ہے۔" وہ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کا مجھ سے زیادہ عالم ہوتا تو میں اس کے پاس سفر کر کے جاتا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے ایک مجمع میں دعویٰ کیا تھا کہ تمام صحابہؓ جانتے ہیں کہ میں قرآن کا سب سے زیادہ عالم ہوں۔ شفیقؒ اس جلسہ میں موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد اکثر صحابہؓ کے حلقوں میں شریک ہوا مگر کسی کو عبداللہ بن مسعودؓ کے دعوے کا منکر نہیں پایا۔

مجتہدین تابعین

عبداللہ بن مسعودؓ باقاعدہ طور پر حدیث وفقہ کی تعلیم دیتے تھے اور ان کی درسگاہ میں بہت سے تلامذہ کا مجمع رہتا تھا جن میں سے چند اشخاص یعنی اسودؒ، اور علقمہؒ نہایت نامور ہوئے۔ علقمہؒ واسودؒ کے انتقال کے بعد ابراہیم نخعیؒ مسند نشیں ہوئے اور فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہاں تک کہ ان کو فقیہ العراق کا لقب ملا۔ امام شعبیؒ نے جو علامۃ التابعین کے لقب سے ممتاز ہیں ان کی وفات کے وقت کہا کہ "کوئی شخص ان سے زیادہ علم والا نہیں رہا۔

ابراہیم نخعیؒ کے عہد میں مسائلِ فقہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہو گیا تھا جس کا ماخذ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ تھے۔ پھر یہ مجموعہ حمادؒ کے پاس جمع ہو گیا جو ابراہیم نخعیؒ کے نہایت ممتاز شاگرد تھے چنانچہ ان کے مرنے کے بعد فقہ کی مسندِ خلافت بھی انہی کو ملی اور ابراہیمؒ کے مجموعۂ فقہ کے بہت بڑے حافظ تھے حمادؒ کا تذکرہ "حماد کی شاگردی" کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

حمادؒ نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی اور لوگوں نے ان کی جگہ امام ابو حنیفہؒ کو فقہ کی مسند پر بٹھایا۔

تدوین فقہ، طریقۂ تدوین اور اس مجموعہ کا رواج

یہ امر تاریخوں سے ثابت ہے کہ امام صاحبؒ کو تدوینِ فقہ کا خیال تقریباً ۱۲۰ھ میں پیدا ہوا یعنی جب ان کے استاد حمادؒ نے وفات کی۔ امام ابو حنیفہؒ کی طبیعت مجتہدانہ اور غیر معمولی طور پر مقننانہ واقع ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ تجارت کی وسعت اور ملکی تعلقات نے ان کو معاملات کی ضرورتوں سے خبردار کر دیا تھا۔ اطراف وبلاد سے ہر روز جو سینکڑوں ضروری استفتاء آئے ہوتے تھے ان سے ان کو اندازہ ہوتا تھا کہ ملک کو اس فن کی کس قدر حاجت ہے۔ قضاۃ احکامِ فصل وقضایا میں جو غلطیاں کرتے تھے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے غرض یہ اسباب اور وجوہ تھے جنہوں نے انکو اس فن کی تدوین وترتیب پر آمادہ کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تدوین فقہ میں شریک علماء

امام صاحبؒ نے جس طریقہ سے فقہ کی تدوین کا ارادہ کیا وہ نہایت وسیع اور پر خطر کام تھا اس لئے انہوں نے اپنے زمانہ کے علماء میں سے چند نامور اشخاص انتخاب کئے۔ جن میں سے اکثر خاص خاص فنون میں جو تکمیلِ فقہ کے لئے ضروری تھے استاذِ زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے، مثلاً یحییٰ بن ابی زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، قاضی ابو یوسفؒ، داؤد السطائیؒ، حبانؒ، مندلؒ وغیرہ حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفرؒ کو قوتِ استنباط میں کمال تھا۔ امام صاحبؒ نے ان لوگوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع کی۔

امام طحاویؒ نے بسندِ متصل اسد بن فرات سے روایت کی ہے کہ "ابو حنیفہؒ کے زمانہ کے علماء جنہوں نے فقہ کی تدوین کی چالیس تھے۔ لکھنے کی خدمت یحییٰ سے متعلق تھی اور وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ فقہ کی تدوین میں کم و بیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا یعنی ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک جو امام ابو حنیفہؒ کی وفات کا سال ہے۔

طریقہ تدوین

تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا، اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے تھے تو اسی وقت قلم بند کر لیا جاتا ورنہ نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں، کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی۔ امام صاحب غور اور تحمل کے ساتھ سب تقریریں سنتے اور بالآخر ایسا جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحب کے فیصلہ کے بعد لوگ اپنی اپنی رایوں پر قائم رہتے اس وقت وہ سب اقوال قلمبند کر لئے جاتے۔ اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام شرکاء جلسہ جمع نہ ہو لیں کسی مسئلہ کو طے نہ کیا جائے۔

اس مجموعہ کی ترتیب یہ تھی: اول باب الطہارت، باب الصلوٰۃ، باب الصوم پھر عبادات کے اور ابواب، اس کے بعد معاملات، سب سے اخیر میں باب المیراث۔ قلائدِ عقود العقیان کے مصنف نے کتاب الصیانۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے جس قدر مسائل مدون کئے ان کی تعداد ایک لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ امام محمدؒ کی جو کتابیں آج موجود ہیں ان سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

اس مجموعہ کا رواج

امام صاحبؒ کی زندگی ہی میں اس مجموعہ نے وہ حسنِ قبول حاصل کیا کہ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے مشکل سے قیاس میں آسکتا ہے۔ جس قدر اس کے اجزاء تیار ہو جاتے تھے ساتھ ہی ساتھ تمام ملک میں اس کی اشاعت ہوتی جاتی تھی۔ امام صاحبؒ کی درسگاہ ایک قانونی مدرسہ تھا جس کے طلباء نہایت کثرت سے ملکی عہدوں پر مامور ہوتے اور ان کی آئینِ حکومت کا یہی مجموعہ تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعجب یہ ہے کہ جن لوگوں کا امام صاحبؒ سے ہم عصری کا دعوی تھا وہ بھی اس کتاب سے بے نیاز نہ تھے۔ زائدہؒ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان ثوریؒ کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے۔ ان سے اجازت مانگ کر میں اس کو دیکھنے لگا تو ابو حنیفہؒ کی کتاب "کتاب الرہن" نکلی۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ " آپ ابو حنیفہؒ کی کتابیں دیکھتے ہیں؟" بولے "کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں۔"

سلاطین اکثر حنفی تھے

ایک خاص بات یہ ہے کہ عنانِ حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں رہی وہ اکثر حنفی فقہ کے ہی پابند تھے خلفاءِ عباسیہ میں عبد اللہ بن معتز جو فنِ بدیع کا موجد تھا اور خلفاء عباسیہ میں سب سے بڑا شاعر اور ادیب تھا وہ حنفی المذہب تھا۔ (تاریخ ابن خلکان)۔

خلافتِ عباسیہ کے تنزل کے ساتھ جن خاندانوں کو عروج ہوا اکثر حنفی تھے۔ خاندانِ سلجوق جس نے ایک وسیع مدت تک حکومت کی اور جن کے دائرہ حکومت کی وسعت طول میں کاشغر سے لے کر بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ سے بلادِ خرز تک پہنچی، حنفی تھا۔

محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا۔ فن فقہ میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جسکا نام "التفرید" ہے اور جس میں کم و بیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں۔

نورالدین زنگی کا نام چھپا ہوا نہیں ہے وہ ہمارے ہیروز میں داخل ہے۔ بیت المقدس کی لڑائیوں میں اول اسی نے نام حاصل کیا۔ صلاح الدین فاتح بیت المقدس اسی کے دربار کا ملازم تھا۔ دنیا میں پہلا دار الحدیث اس نے قائم کیا۔ وہ خود اور اس کا تمام خاندان مذہباً حنفی تھا۔ (الجوہر المضئیہ)۔

الملک المعظم عیسی بن الملک العادل جو ایک وسیع ملک کا بادشاہ تھا۔ علامہ ابن خلقانؒ لکھتے ہیں کہ وہ نہایت عالی ہمت، فاضل، ہوشمند، دلیر، پر رعب تھا اور حنفی مذہب میں غلو رکھتا تھا۔ چراکسۂ مصر جو نویں صدی کے آغاز میں مصر کی حکومت پر پہنچے اور ایک سو اڑتالیس برس تک فرماں روا رہے اور بہت سی فتوحات حاصل کیں خود حنفی تھے اور ان کے دربار میں اسی مذہب کا فروغ تھا۔

سلاطینِ ترک جو کم و بیش چھ سو برس سے روم کے فرماں رواں ہیں۔ آج انہی کی سلطنت اسلام کی عزت و وقار کی امید گاہ ہے عموماً حنفی تھے۔ خود ہمارے ہندوستان کے فرماں رواں خوانین اور آل تیمور اسی مذہب کے پابند رہے اور ان کی وسیع سلطنت میں اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ کو رواج نہ ہو سکا۔

فقہ حنفی اور قرآن وحدیث میں توافق

امام حنیفہؒ کے نزدیک مصادر و استنباط کی ترتیب اس طرح تھی: پہلے قرآن پھر حدیث پھر صحابہ کرامؓ کے متفقہ فتاویٰ، اگر صحابہ کرامؓ کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو کسی بھی ایک صحابی کا قول [illegible] اختیار فرماتے، سب سے ہٹ کر اپنی کوئی رائے نہیں رکھتے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البتہ تابعین کے اقوال کو اس بناء پر ترک فرمادیتے کہ وہ آپ کے ہم مرتبہ لوگ تھے۔ آپ کے خاص شاگرد امام محمدؒ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ قیاس کے باب میں کھل کر بحث و مباحثہ کرتے لیکن جب آپ دلیل استحسانی پیش کرتے تو سب لوگ خاموش ہو جاتے۔ ابنِ حزمؒ کابیان ہے کہ ”تمام اصحابِ ابو حنیفہؒ اس بات پر متفق ہیں کہ امام صاحبؒ کا مذہب یہ تھا کہ ضعیف حدیث بھی اگر مل جائے تو اس کے مقابلہ میں قیاس اور رائے کو چھوڑ دیا جائے گا۔“

نصوصِ شرعی کے مطابق

حنفی فقہ کی ایک سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ جو احکام نصوص سے ماخوذ ہیں اور جن میں ائمہ کا اختلاف ہے ان میں امام ابو حنیفہؒ جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ عموماً نہایت قوی اور مدلل ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حنفی فقہ کے مسائل نصوصِ قرآن سے زیادہ مطابق ہیں تو مہمات مسائل میں فقہ حنفی کی ترجیح بہ آسانی ثابت ہو جائیگی اور اس کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ امام ابو حنیفہؒ کو حیثیتِ اجتہاد میں تمام ائمہ پر ترجیح ہے کیونکہ اجتہاد کا دار و مدار زیادہ تر استنباط اور استخراج پر مبنی ہے۔

نصوصِ قرآنی سے استنباط

مثلاً امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں۔ امام شافعیؒ دو فرض کا اور اضافہ کرتے ہیں یعنی نیت اور ترتیب۔ امام مالکؒ ان کے بجائے موالات (یعنی پے در پے) کو فرض کہتے ہیں۔ امام احمدؒ بسم اللہ کہنے کو بھی فرض قرار دیتے ہیں۔ امام صاحب کا استدلال قرآن کی آیت ہے۔ (فاغسلوا۔۔۔ الخ) جس میں بالاتفاق صرف چار حکم مذکور ہیں۔ اس لئے جو چیز ان احکام کے علاوہ ہیں فرض نہیں ہو سکتی، نیت، موالات اور تسمیہ کا تو آیت میں کہیں وجود بھی نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ اثنائے نماز میں پانی مل جائے تو تیمم جاتا رہے گا۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اس کے مخالف ہیں امام صاحبؒ کا استدلال قرآن کی آیت لم تجدوا ماءً فتیمموا یعنی جب پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔ صورتِ مذکورہ میں جب شرط باقی نہیں رہی۔ یعنی تیمم کی بقا کے لئے شرط ہے کہ پانی نہ ہو۔ جب پانی مل گیا تو مشروط یعنی تیمم بھی باقی نہیں رہا۔

اسی طرح مقتدی کے لئے قرأتِ فاتحہ کے مسئلہ میں، امام ابو حنیفہؒ کا استدلال اس آیت پر ہے: **واذا قرئ القرآن ماستمعوا له و انصتوا۔**

فقہ حنفی کے اس طرح کے سینکڑوں ترجیحی مسائل ہیں جن کو اختصار کی بنا پر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احادیثِ صحیحہ میں ترجیح

فقہ حنفی کے مسائل نصوصِ شرعیہ کے زیادہ قریب ہیں۔ جب ایک مسئلہ میں بہت سی احادیث جمع ہو جاتی ہیں تو امام صاحبؒ ان میں جو روایتاً و درایتاً قوی ہوتی ہے اس کو اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً ایک مشہور مسئلہ، مسئلہ رفع یدین کو لے لیجئے۔ مثلاً امام اوزاعیؒ جو ملکِ شام کے امام اور فقہ میں مذہب مستقل کے بانی تھے، مکہ معظمہ میں امام ابو حنیفہؒ سے ملے اور کہا کہ ”عراق والوں سے نہایت تعجب ہے کہ رکوع اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین نہیں کرتے حالانکہ میں نے زہریؒ سے انہوں نے سالم بن عبد اللہؒ سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان موقعوں پر رفع یدین فرماتے تھے۔

امام ابو حنیفہؒ نے اسکے مقابلہ میں حمادؒ، ابراہیم نخعیؒ، علقمہؒ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کے سلسلہ سے حدیث روایت کی کہ آنحضرت ﷺ ان موقعوں پر رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ امام اوزاعیؒ نے یہ سن کر کہا ”سبحان اللہ! میں تو زہریؒ، سالمؒ، عبد اللہ بن عمرؓ کے ذریعہ حدیث بیان کرتا ہوں آپ اس کے مقابلہ حمادؒ، نخعیؒ، علقمہؒ کا نام لیتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ نے کہا میرے رواۃ آپ کے راویوں سے زیادہ فقیہ ہیں اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا رتبہ خود معلوم ہی ہے، اس لئے ان کی روایت کو ترجیح ہوگی۔

امام محمدؒ کتاب الحج میں لکھتے ہیں عبد اللہ بن مسعودؓ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں پوری عمر کو پہنچ چکے تھے۔ سفر و حضر میں ساتھ رہتے تھے اور جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ جماعت کی صفِ اول میں جگہ پاتے تھے بخلاف اس کے عبد اللہ بن عمرؓ کا محض آغاز تھا۔ پیچھے صف میں کھڑا ہونا پڑتا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ کے حرکات و سکنات سے واقف ہونے کے جو مواقع عبد اللہ بن مسعودؓ کو مل سکے عبد اللہ بن عمرؓ کو کیونکر حاصل ہو سکتے تھے؟ امام محمدؒ کا یہ طرزِ استدلال حقیقت میں اصولِ درایت پر مبنی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ کے سامنے اپنی تقریر میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی عظمت و شان کا جو ذکر کیا اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

قیاس کا الزام اور اس کی تردید

عبد اللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حج کیا تو ابو جعفر محمد بن علی بن حسینؓ بن علی ابی طالبؓ کی زیارت کی۔ ابو جعفر نے امام صاحبؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ” تم وہی ہو جو عقل و قیاس کے ذریعے حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو؟“ ابو حنیفہ نے فرمایا ”اللہ کی پناہ تشریف رکھیے۔ آپ کی تعظیم ہم پر واجب ہے کیونکہ آپ سادات میں سے ہیں۔“ ابو جعفر محمد بیٹھ گئے، امام صاحبؒ نے باادب عرض کیا ”حضرت! آپ سے صرف تین مسئلے دریافت کر رہا ہوں جواب عنایت فرمائیں۔ اول یہ کہ مرد زیادہ کمزور ہے یا عورت؟“ فرمایا ”عورت۔“ امام صاحبؒ نے عرض کیا ” مرد اور عورت کے کیا کیا حصے وراثت میں ہوتے ہیں؟“ ابو جعفر نے فرمایا ” عورت کا حصہ مرد کے حصہ کا آدھا ہوتا ہے۔“ امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا اگر میں قیاس سے کہتا اور عقل کا استعمال کرتا تو اسکے برعکس کہتا کیونکہ عورت مرد سے کمزور ہے لہٰذا اس کا دو حصہ ہونا چاہیے تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرا مسئلہ عرض یہ ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ فرمایا "نماز" تب امام صاحبؒ نے عرض کیا اگر میں قیاس سے کہتا تو دوسرا حکم دیتا اور کہتا کہ حائضہ عورت نماز کی قضا کرے، روزہ کی نہیں، کیونکہ نماز روزہ سے افضل ہے۔

تیسرا مسئلہ امام صاحب نے دریافت کیا کہ پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟ فرمایا" پیشاب زیادہ نجس ہے۔" اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر میں قیاس سے کہتا تو یہ حکم دیتا کہ پیشاب سے غسل واجب ہے، منی سے نہیں کیونکہ پیشاب زیادہ نجس ہے۔ اللہ کی پناہ کہ میں حدیث کے خلاف کوئی بات کہوں میں تو حدیث کے چاروں طرف پھرتا ہوں۔ یہ سن کر ابو جعفر محمد کھڑے ہو گئے اور ابو حنیفہ کا منہ چوم لیا۔

اصطلاحاتِ فقہ حنفیہ

فرض: حنفیہ کے نزدیک فرض وہ ہے جس کا مطالبہ ایسی دلیل کے ساتھ کیا جائے جو نزول اور دلالت دونوں میں قطعی ہو مثلاً آیتِ قرآنیہ اور وہ حدیثیں جو نص ہونے کے ساتھ تواتر یا شہرت کے ذریعہ قطعی طور پر ثابت ہوں۔

واجب: وہ ہے جس کا مطالبہ ایسی دلیل کے ساتھ کیا جائے جو نزول یا دلالت یا دونوں طریقہ سے ظنی ہو۔ مثلاً دو رکعتوں میں قرآن مجید کی ممکن آیتوں کا پڑھنا فرض اور ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور فرض کے چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نماز باطل ہو جائے گی، اور سہواً واجب کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو لازم آئے گا۔

فرضِ کفایہ: شارع کے اس مطالبہ کا نام ہے جس میں اس کا کرنے والا مقصود نہ ہو اس لئے اگر کسی مکلف نے اس کو کر دیا تو باقی لوگ گناہ سے سبکدوش ہو گئے، لیکن اگر سب نے اس کو چھوڑ دیا تو سب کے سب گناہ گار ہونگے۔

شرط: جس مامور بہ پر اس کا غیر موقوف ہو، وہ اس کی حقیقت سے خارج ہو تو فقہا اس کو شرط کہتے ہیں مثلاً نماز کے لئے قبلہ کی طرف رخ کرنا اور اس کا جزو ہو تو اس کا نام رکن رکھتے ہیں مثلاً نماز میں رکوع۔

سنت: حنفیہ کی اصطلاح میں سنت اس کو کہتے ہیں جس کو رسول ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو، البتہ کبھی کبھی اس کو بلا ناغہ چھوڑ بھی دیا ہو اور مندوب اور مستحب وہ ہے جس کو آپ ﷺ نے ہمیشہ نہ کیا ہو، چنانچہ حنیفہ کے نزدیک حرام فرض کا مقابل، مکروہ تحریمی واجب کا مقابل اور مکروہ تنزیہی سنت کا مقابل ہے اور شارع نے جس چیز کے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ نہیں کیا ہے۔ اس کو مباح کہتے ہیں۔ (تاریخ فقہ اسلامی)

فقہ حنفی کا اصولِ عقلی کے موافق اسرار اور مصالح

سب سے مقدم اور قابلِ قدر خصوصیت جو فقہ حنفی کو حاصل ہے وہ مسائل کا اسرار اور مصالح پر مبنی ہونا ہے۔ تمام مہماتِ مسائل کی مصلحت اور غایت خود کلامِ الٰہی میں مذکور ہے۔ کفار کے مقابلہ میں قرآن کا طرزِ استدلال عموماً اسی اصول کے مطابق ہے نماز کی مصلحت خدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے خود بتائی کہ۔ "تنہی عن الفحشاء والمنکر" روزہ کی فرضیت کے ساتھ ارشاد ہوا "لعلکم تتقون" جہاد کی نسبت فرمایا "حتی لاتکون فتنۃ" اسی طرح اور احکام کے متعلق قرآن اور حدیث میں جابجا تصریحیں اور اشارے موجود ہیں کہ ان کی غرض وغایت کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب تھا اور یہ اصول ان کے مسائل فقہ میں عموماً مرعی ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ حنفی فقہ جس قدر اصولِ عقلی کے مطابق ہے اور کوئی فقہ نہیں۔ امام طحاویؒ نے جو محدث اور مجتہد دونوں تھے اس بحث میں ایک کتاب لکھی ہے جو " شرح معانی الآثار" کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کا موضوع یہ ہے کہ مسائل فقہ کو نصوص وطریق نظر سے مشابہ کیا جائے۔

مثلاً ایک مسئلہ جس میں امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے ائمہ مختلف ہیں یہ ہے کہ چار پاؤں والے جانور کی زکوٰۃ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ میں جانور یا اس کی قیمت ادا کی جاسکتی ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قیمت ادا کرنے سے زکوٰۃ ہو ہی نہیں سکتی، حالانکہ زکوٰۃ کی غرض حاصل ہونے میں جانور اور اس کی قیمت دونوں برابر ہیں اس لئے شارع نے بھی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔ اور سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنفی مسائل میں ہر جگہ مصالح اور اسرار کی خصوصیت ملحوظ ہے لیکن ہم طوالت کے لحاظ سے ان سب کی تفصیل نہیں کرسکتے معاملات کے مسائل میں یہ عقدہ زیادہ حل ہوجاتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب کس قدر مصالح اور اسرار کے موافق ہے۔

آسان اور سہل ہونا

دوسری خصوصیت فقہ حنفی کا آسان اور سہل ہونا ہے حنفی فقہ تمام اور فقہوں بالمقابل عمل کیلئے زیادہ آسان ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے کہ خدا تم لوگوں کے ساتھ آسانی چاہتا ہے" سختی نہیں چاہتا" رسول اللہ ﷺ کا قول ہے کہ۔۔ "میں نرم اور آسان شریعت لے کر آیا ہوں۔" بلاشبہ اسلام کو تمام اور مذہبوں کے مقابلے میں یہ فخر حاصل ہے کہ وہ رہبانیت سے نہایت بعید ہے اس میں عباداتِ شاقہ نہیں ہیں اس کے مسائل آسان اور یسیر التعمیل ہیں۔ حنفی فقہ کو بھی اور فقہوں پر یہی ترجیح حاصل ہے۔

مثلاً سرقہ یعنی چوری کا مسئلہ جس میں اس قدر تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ سرقہ کی سزا قطع ید یعنی ہاتھ کاٹنا ہے۔ لیکن مجتہدین نے سرقہ کی تعریف میں چند شرطیں اور قیدیں لگائی ہیں جن کے بغیر قطع ید کی سزا نہیں ہوسکتی ان شروط کے لحاظ سے احکام پر جو اثر پڑتا ہے وہ ذیل کے جزئیات سے معلوم ہوگا جس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب کس قدر آسان اور تمدن وشائستگی کے کس قدر موافق ہے۔

© rasailojaraid.com